ماڈیول

سوک ایجوکیشن

تربیت کا رہنما معیار

FRIEDRICH EBERT STIFTUNG

Progressive Youth Forum

فہرست

شہریت کی تعلیم ... 01
پاکستانی سیاسی و سماجی تشکیل جدید کے لئے سوک ایجوکیشن ... 02
قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ 2018 کا تعارف: ... 08
ایکٹ کے افعال کار: ... 09
ایکٹ کی نمایاں خصوصیات: ... 09
ایکٹ پر عملدرآمد کی موجودہ صورتحال: ... 10
شرکاء کا تعارف اور سرگرمی کے اغراض و مقاصد ... 11
Civic Quotient ... 12
دستورِ پاکستان- بنیادی حقوق اور حکمت عملی کے اصول ... 17
آئین پاکستان 1973 کا ڈھانچہ ... 18
انسانی حقوق: تصور اور ارتقاء ... 18
آئین پاکستان- بنیادی حقوق کا تجزیہ ... 19
حکمت عملی کے اصول ... 20
اداروں کے فیڈرل فریم ورک برائے بنیادی حقوق ... 22
پاکستانی شہریت ... 24
پاکستان شہریت ایکٹ 1951ء ... 25
تنقیدی جائزہ ... 26
پاکستانی شہریت کیسے ختم ہو سکتی ہے؟ ... 26
پاکستانی شہریت کا عملی تجربہ ... 27
مساویانہ شہریت جہدِ مسلسل ہے ... 28

شہریت کی تعلیم

دنیا بھر میں سوک ایجوکیشن کے کئی ماڈل ہیں۔ حتیٰ کہ مختلف ممالک میں اس کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ یورپ میں اسے سٹیزن شپ ایجوکیشن، امریکہ اور جرمنی میں اسے سوک ایجوکیشن، بعض ممالک میں اسے پولیٹیکل ایجوکیشن کہا جاتا ہے۔ تمام نام ایک ہی عمل کی وضاحت کرتے ہیں کہ جمہوریت کوئی خودکار مشین نہیں بلکہ ہر نسل اسے اپنی آگہی اور ہنر --- سوچ اور اپروچ سے اپنے اپنے انداز میں چلاتی ہے اور اس کی کارکردگی اور ثمرات کو بہتر بناتی ہے۔

اس رہنما ماڈیول کے ذریعے پاکستان میں سوک ایجوکیشن کے لئے مدلل مقدمہ تیار کیا گیا ہے۔ نیز دنیا بھر کے تجربات کے نچوڑ سے سوک ایجوکیشن کے حوالے سے سیکھنے کے عمل اور طریق کار کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ پروگریسو یوتھ فورم کے اراکین اس کی روشنی میں اپنے اپنے علاقہ میں آگہی اور تربیت کے لئے سرگرمیاں ترتیب دے سکتے ہیں۔ اس ضمن میں پیمانہ، شہریت، صورتحال کی وضاحت اور گفتگو کے آغاز کا اچھا راستہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ماڈیول میں قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ 2018 کے بارے میں معلومات، صوبائی سطح پر شہری تعلیم کے لئے قوانین بنانے کے لئے وکالت کی دلیل کا کام دے سکتی ہیں۔ اس ماڈیول میں پاکستان کے آئین، اس میں دیئے گئے بنیادی حقوق اور پالیسی کے رہنما اصولوں، ملک کے سیاسی نظام اور شہریت کے حوالے سے خصوصی مطالعاتی مواد بھی شامل ہے جو اس موضوع پر بحث و مباحثہ کے لئے بیک گراؤنڈ فراہم کر سکتا ہے۔

جمہوریت کوئی خودکار مشین نہیں، بلکہ ہر نسل اسے اپنی آگہی اور ہنر، سوچ اور اپروچ سے اپنے اپنے انداز میں چلاتی ہے اور اس کی کارکردگی بہتر بناتی ہے۔

مقدمہ

پاکستانی سیاسی وسماجی تشکیل جدید کے لئے سوک ایجوکیشن

شہریت کی تعلیم کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ شہری وہ علم اور معلومات، مہارتیں اور میلان لے کر پیدا نہیں ہوتے جو انہیں اپنے سماج اور ملک میں موثر انداز میں زندہ رہنے کے لئے درکار ہوتے ہیں۔اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ شہری یہ سب کچھ خاندان میں تربیت،اپنے سماج کے مشاہدے، تجربات اور تعلیمی سفر میں سیکھتے ہیں۔ گو یا یہ تعلیم وتربیت کا مسلسل عمل ہے جس سے ملک سے محبت بھرا تعلق استوار ہوتا ہے اپنے معاشرے کے تنوع اور ثقافتوں کی پہچان ہوتی ہے اور باہم مل کر انسانی حقوق سے عبارت، پرامن اور منصفانہ معاشرے کی تعمیر و تشکیل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ تعلیم وتربیت کے اس زاویہ کو **شہریت کی تعلیم** یا **سوک ایجوکیشن** کہتے ہیں۔

تہذیب کے ارتقاء اور بقاء کے لئے اس لازمی جزو کا وجود پاکستان کے تعلیمی کلاس رومز اور سماجی جگہوں پر خال خال ہی نظر آتا ہے۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ عوام کی جانب سے ادا کردہ فیس پر چلنے والے پبلک سروس براڈ کاسٹ میڈیا یعنی پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان پر بھی اس بابت مکمل خاموشی ہے۔ پاکستان میں پرائیویٹ الیکٹرانک میڈیا کا پھیلاؤ ہوا تو پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کے ایکٹ میں لکھا گیا کہ یہ چینل اپنی نشریات کا 10 فیصد وقت پبلک سروس پیغامات کے لئے مختص کریں گے۔تاہم عملی صورتحال یہ ہے کہ ہر قسم کے پبلک سروس پیغامات "کمرشل اشتہاروں" کی صورت میں چلتے ہیں۔

اسکول کے کمرہ جماعت میں تو ہر پاکستانی نہیں پہنچ پاتا باوجود اس کے کہ دستورِ پاکستان کا آرٹیکل 25-اے 5 سے 16 سال تک لازمی اور مفت تعلیم کا بنیادی حق عطا کرتا ہے۔جو خوش نصیب اسکول پہنچ بھی جاتے ہیں ان کے نصاب اور کتاب اور اور تعلیمی سوشیالوجی میں آئین ، پارلیمنٹ اور جمہوریت اجنبی الفاظ ہیں۔ یہ سچ ہے کہ نویں سے بارہویں جماعت تک سوکس (شہریت)ایک اختیاری مضمون کی صورت موجود ہے لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اس کتاب میں جمہوریت کی زیادہ خامیاں اور آمریت کی زیادہ خوبیاں پڑھائی جاتی ہیں۔ نتیجتاً نوجوانوں کی ایک غیر سیاسی کھیپ تیار ہو رہی ہے، جسے 18 سال کی عمر میں ووٹ کا حق تو مل جاتا ہے لیکن جمہوریت کیا ہے؟ آئین کیوں قوم کے لئے چھتری اور امور مملکت چلانے کا سافٹ ویئر ہے؟ اور شہری اور ریاست کا عمرانی معاہدہ کیا ہے؟ انہیں اس بارے میں نہایت ہی محدود فہم و ادراک ہوتا ہے۔ ماضی میں اسٹوڈنٹ یونینز ہوا کرتی تھیں۔ طلبہ و طالبات اس کے ذریعے بات کرنے، تقریر کرنے، گفتگو کرنے، مکالمہ کرنے، مسائل کا حل تلاش کرنے الغرض کئی ہنر سیکھا کرتے تھے۔

یہ راستہ چار دہائیوں سے بند ہے اور ہمیں ایک غیر سیاسی---- سیاسی نسل شعور سے عاری اور فقط شور کرتی نظر آتی ہے۔ انٹرنیٹ کے زمانہ میں "ڈیجیٹل شہری" بن کر ہر کسی کے ہاتھ میگا فون بھی آ گیا ہے۔ سوشل میڈیا پر دلائل سے عاری بحثیں، نفرت کے محاورے میں ہوتی نظر آتی ہیں۔ یہ سب کچھ پاکستان جو کہ اسلامی جمہوریہ اور ایک وفاقی ملک ہے، کے لئے کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔

اس بارے میں دو آراء نہیں کہ ہمارا نظام تعلیم اچھے بُرے افسر، فوجی، ڈاکٹر، انجینئر، منیجر تو پیدا کر رہا ہے جہاں ہم زیادہ ترفیل ہو رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ یہ نظام اچھے اور متحرک شہری بنانے میں ناکام ہو رہا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جمہوری انداز میں مطالبات کی وکالت اور ووٹ

کے ذریعے پر امن سیاسی تبدیلی کی بجائے ہمارے معاشرے میں تشدد، ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ کے انداز جابجا نظر آتے ہیں۔ نفرتوں کی یہ فضا بربادی ہے۔

شہریت کی موثر تعلیم کی راہ میں منقسم معاشرے کے فکری مغالطے بھی ایک رکاوٹ ہیں۔ اپنی شناخت کی جستجو میں سر گرداں سماج کو یہ نہیں پڑھایا اور بتایا جاتا کہ فرد کی بیک وقت ایک سے زیادہ شناختیں بھی ہو سکتی ہیں اور یہ باہم مل کر ایک متنوع قوم تشکیل دے سکتی ہیں۔ سماجی علوم کے ماہر بینڈکٹ اینڈرسن نے اپنی کتاب " تصوراتی کمیونٹی " میں لکھا کہ قوم کا ہر فرد ہر دوسرے فرد سے نہیں ملتا تاہم ایک جغرافیہ میں ایک مشترکہ عمرانی معاہدہ کے تحت رہنے والوں کے مشترکہ خواب، خواہشیں، خوشیاں، مذہب، کھانے، موسیقی، رقص اور منزلیں ہو سکتی ہیں۔ جو ان میں قومی جڑت پیدا کرتی ہیں۔ اسی طرح شناخت کے حوالے سے کام کرنے والے اسکالر بھی کہتے ہیں "فرد دنیا کی سب سے چھوٹی سی اقلیت ہے" اور خالق کے لیے یہ ممکن تھا کہ تمام انسانوں کو ایک جیسا یعنی رنگت، قامت، ذہانت، مہارت وغیرہ میں ایک جیسا تخلیق کرتا لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا گیا، تو کہا جا سکتا ہے کہ تنوع اور رنگارنگی قدرت کا اصول ہے۔ لہذا اس کی قدر کی جانی چاہیے۔

پاکستان میں اس حوالے سے مباحث الجھے ہوئے ہیں یا دانستاً الجھائے گئے ہیں۔ شناخت کے حوالے سے سب سے کمتر درجہ مقامی شناخت کو حاصل ہے۔ دوسری بڑی شناخت "یک رنگ پاکستانیت" ہے۔ اس پراجیکٹ پر سرکاری بیانیہ علاقائی زبان اور ثقافت کی نفی کر کے پاکستان کو "وہ مقام جہاں نسلیں باہم مخلوط ہوں" قرار دیتا ہے۔ امریکہ کو بھی مختلف لوگوں کے باہم میلاپ اور پگھلاؤ سے ایک قوم بنانے کی بات ہوتی ہے۔ لیکن وہاں بھی آج ایشیائی امریکی، یورپی امریکی، افریقی امریکی اور لاطینی امریکی ایسے لیبل سننے کو ملتے ہیں۔ ایک ہی نوع کی قوم کے مقابل جو تصور ہے وہ متنوع شناخت کا ہے یعنی سلاد کی پلیٹ کی طرح جس کا ہر جُز واضح رہتا ہے لیکن باہم مل کر ایک نئی شناخت بھی بنا لیتا ہے۔ پاکستانی شناخت کے حوالے سے مسلم امت کا تصور بھی عرصہ دراز سے گفتگو کا حصہ ہے۔ عالمگیریت کے عہد میں گلوبل شہری کی گونج بھی سنائی دیتی ہے۔ یہ ہفت رنگی انمول حقیقت ہے جس کے اعتراف کی کوئی قیمت نہیں تاہم اس کے انکار کی بھاری قیمت ہے جو اکثر ممالک سماجی ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں چکاتے ہیں۔ پاکستان کی صورتحال تو یہ بھی ہے کہ مدرسہ، پبلک اسکول، پرائیویٹ اسکول، اشرافیہ کے تعلیمی اداروں میں مشترکہ ویژن تو درکنار---ہر ایک کا ماحول اور سوشیالوجی مختلف ہے۔ نتیجتاً ہمیں ایک قوم میں کئی قومیں نظر آتی ہیں جو ایک دوسرے کو سمجھنے کی بجائے، ایک دوسرے سے نفرت کرتی ہیں اور سب کے غصے کے اظہار کا اپنا اپنا طریقہ ہے۔ حالات اور ایک دوسرے کے حوالے سے اس ادھوری تفہیم میں مؤثر سوک ایجوکیشن کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ہمیں بانیان پاکستان کے وفاقی پارلیمانی جمہوریت پر اتفاق رائے کی روشنی میں آئین اور جمہوریت کی تعلیم دینا ہوگی۔ اس ضمن میں آئین کی لٹریسی، قانون کے بارے میں آگہی، مختلف اداروں کے کردار اور ذمہ داریوں کے بارے میں معلومات، میڈیا لٹریسی اور اُن مہارتوں پر فوکس اہم ہے جو ہجوم کو قوم بنادے۔ یہاں یہ تذکرہ بے جا نہیں ہوگا کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کے بعد نوجوانوں کو لبرل فلاسفر جان مارلے کی کتاب " سمجھوتہ " میں پڑھنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ کتاب سماجی و سیاسی رویوں میں لچک کی بات کرتی ہے اور باہم مکالمے سے تنازعے نبھانے اور جمہوری سمجھوتہ کا ہنر سیکھنے کی دلیل دیتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام دلائل کی روشنی میں سوک ایجوکیشن کی اہمیت اور ضرورت کا جو مقدمہ تیار کیا گیا ہے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری ہے کہ اگر ہمیں اپنا جمہوری مستقبل عزیز ہے تو ہم سوک ایجوکیشن کو نصاب، کتاب اور اپنی تعلیمی سوشیالوجی کا لازمی حصہ بنائیں۔ اس ضمن میں ماضی میں کچھ کاوشیں ہوئی بھی ہیں جبکہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ جو کچھ کیا جا چکا ہے اس کا مختصر جائزہ بتاتا ہے کہ پاکستان میں نوجوانوں کی آبادی کا گراف دیکھتے ہوئے 2009 کی قومی تعلیمی پالیسی میں سوک ایجوکیشن کا لفظ استعمال کیا گیا اور تعلیم کے مقاصد اور نتائج میں بنیادی حقوق جمہوری

اداروں اور آئین کے بارے میں آگہی کی اہمیت پر زور دیا گیا۔ اسی طرح 17 ویں اسپیکرز کانفرنس کے اعلامیہ میں سوک ایجوکیشن کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اور آئین اور پارلیمنٹ کو نصاب کا حصہ بنانے کی بات کی گئی۔ سندھ اور پنجاب کے ہائی کورٹس مفاد عامہ کی پٹیشنز میں متعلقہ ٹیکسٹ بک بورڈز کو بنیادی حقوق کے باب کو نصاب کا باقاعدہ حصہ بنانے کا فیصلہ دے چکے ہیں۔ تاہم اس حوالے سے اہم ترین پیش رفت 2018 میں قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ کی منظوری کی صورت میں ہوئی۔ اس ایکٹ پر عمل درآمد وقت کی ضرورت ہے۔ چونکہ اس ایکٹ کا اطلاق فقط اسلام آباد تک ہوتا ہے لہذا یہ اہم ہے کہ تمام صوبے بھی اپنا اپنا سوک ایجوکیشن ایکٹ منظور کریں اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔ ایسا کرنے سے ہم پاکستانی نوجوانوں کو بہتر پاکستان دے سکتے ہیں جس کی تشکیل و تعمیر وہ خود کریں اور اس کا ثمر بے مثال ہو۔

شناخت: ہر شہری بیک وقت بہت ساری شناختیں رکھتا ہے۔ خالق کے لئے یہ ممکن تھا کہ تمام انسانوں کو ایک جیسا پیدا کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم سب مختلف ہیں۔ اپنی رنگت، ذہانت، قامت، مہارت، صلاحیت اور معیشت کے حوالے سے۔ گویا تنوع خالق کی رضا ہے۔ دنیا کی سب سے چھوٹی اقلیت فرد ہے۔ جو کہ اپنے خاندان سے شناخت پاتا ہے اور پھر اس کا تعلق اپنی کمیونٹی سے ہوتا ہے۔

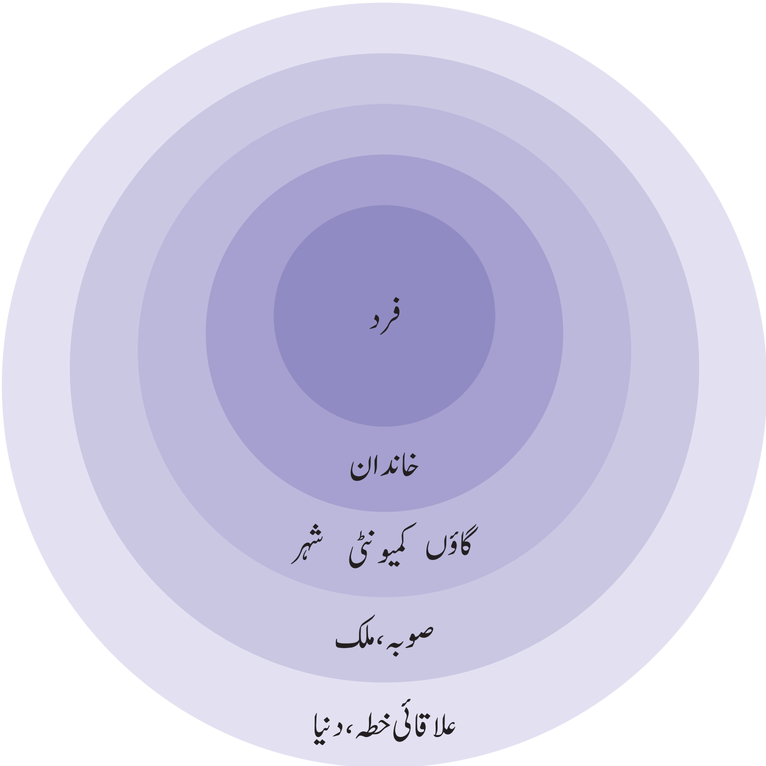

اسی طرح ہم مختلف صوبوں میں رہتے ہیں جو مل کر ملک بناتے ہیں۔ نیز ہم علاقائی خطوں اور دنیا کا حصہ ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہم بیک وقت ایک سے زیادہ شناختوں کے امین ہوتے ہیں۔ سوک ایجوکیشن ہمیں سکھاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی شناخت کا احترام کرتے ہوئے سماج کیسے تشکیل دیتے ہیں اور اس کی تعمیر و نمو کیسے کرتے ہیں۔

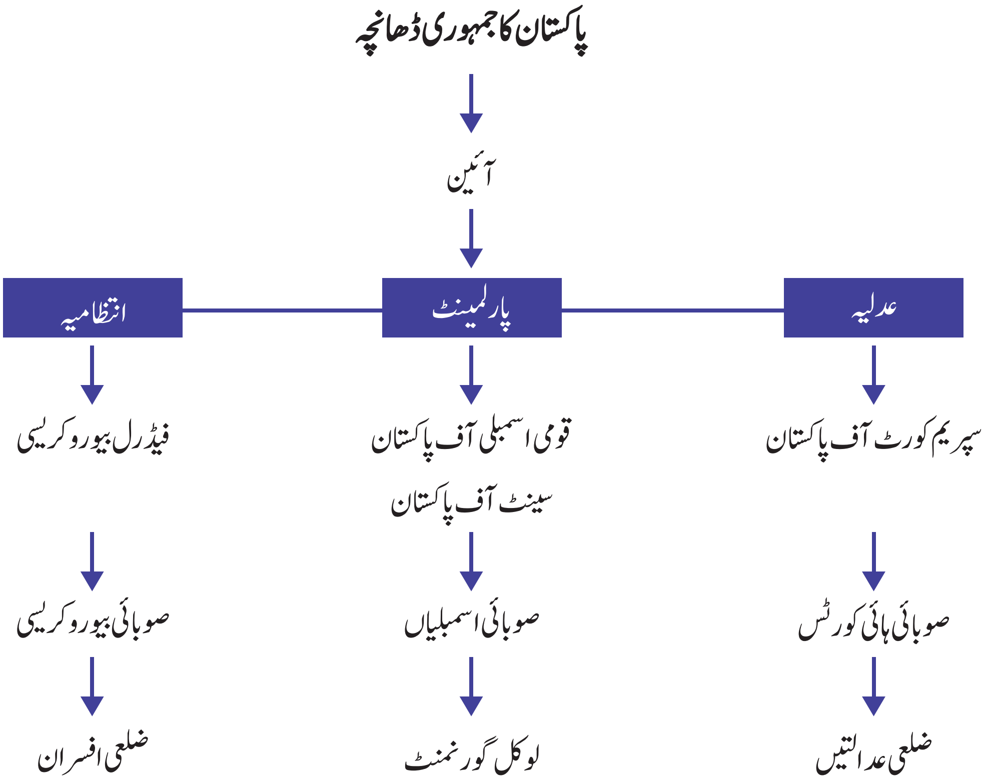

پاکستان کا یہ جمہوری ڈھانچہ آئین پاکستان کے مختلف آرٹیکل واضح کرتا ہے اور اختیارات کی افقی اور عمودی تقسیم کی وضاحت کرتا ہے۔ پارلیمنٹ آئین کی چھتری تلے قوانین بناتی ہے۔ انتظامیہ ان پر عملدرآمد کرتی ہے اور مختلف خدمات فراہم کرتی ہے۔ جبکہ عدلیہ بنیادی حقوق کے معاملات پر انصاف کے ساتھ ساتھ تنازعوں کی صورت میں فیصلے سناتی ہے۔ آئین ہر سطح حکومت (پارلیمانی اداروں، انتظامیہ، اور عدالتوں) کے دائرہ کار اور کام کی بھی وضاحت کرتا ہے۔

جمہوری شہریت

علم:	مہارتیں:
• شہریت کے تصورات اور اس سے منسلک حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کے بارے میں معلومات • آئین، قانون اور اداروں (پارلیمان، عدلیہ اور انتظامیہ) سے متعلق آگہی • ملکی اور عالمی سیاسی و معاشی نظام کے بارے میں فہم و ادراک نیز دنیا میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں مقامی، قومی اور بین الاقوامی سیاق وسباق • انسانی حقوق، بنیادی حقوق کے تصور اور ارتقاء اور حصول کے طریقہ کار کے بارے میں آگہی	• ابلاغ (بات چیت کرنے، دلائل دینے، بات سننے، گفتگو کے ذرائع بحث و مباحثہ، مکالمہ، قائل ہونے اور قائل کرنے کا عمل، مذاکرات، ڈائیلاگ وغیرہ کا ہنر) • تنقیدی سوچ اور شعور، غور وفکر کرنے کا فن • معلومات کا حصول (آزادیِ اطلاعات کا قانون، انٹرنیٹ سرچ، اخبار، میڈیا وغیرہ) اور ان کی صحت و سچائی کی پرکھ اور۔۔۔ تحقیقی میلان • مشترکہ مقاصد اور مفادات کے لئے وکالت، تنظیم سازی اور اتحاد • مسائل کا حل تلاش کرنے اور فیصلہ سازی کا ہنر۔
اقدار:	**عملی اقدامات:**
• آزادی، انسانی وقار، مساوات، برابری، تنوع (نسلی، لسانی، مذہبی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی)، باہمی تعاون اور اشتراک، دوسروں کے احساسات کو سمجھنا اور ان کی تعظیم، عدل و انصاف، امن، ترقی، اتحاد و یکجہتی، قانون کی حکمرانی، پرامن اور منصفانہ معاشرے کی تشکیل وتعمیر • اپنے ملک اور ہم وطنوں سے محبت بھرا تعلق • عالمی سماج سے ذمہ دارانہ تعلق اور یکجہتی۔	• تعلیم وتربیت، آواز، سوال اٹھانا • ووٹ، سیاسی جماعت میں شمولیت، کمیونٹی میں سماجی خدمات، تنظیم اور مہموں میں شمولیت، دستخطی مہم، مقاصد کے لئے مظاہرے یا واک • قوانین میں تبدیلی و بہتری کے لئے عوامی نمائندوں اور پارلیمانی اداروں کو قائل کرنا • پبلک پالیسی میں تبدیلی کے لئے حکومتوں (مقامی، صوبائی و وفاقی) کے ساتھ وکالت اور مکالمہ • آگہی مہم، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ وغیرہ پر آواز اور بیداری • مفاد عامہ کے لئے عدالتی چارہ جوئی

سیکھنے کے عمل کی مثلث

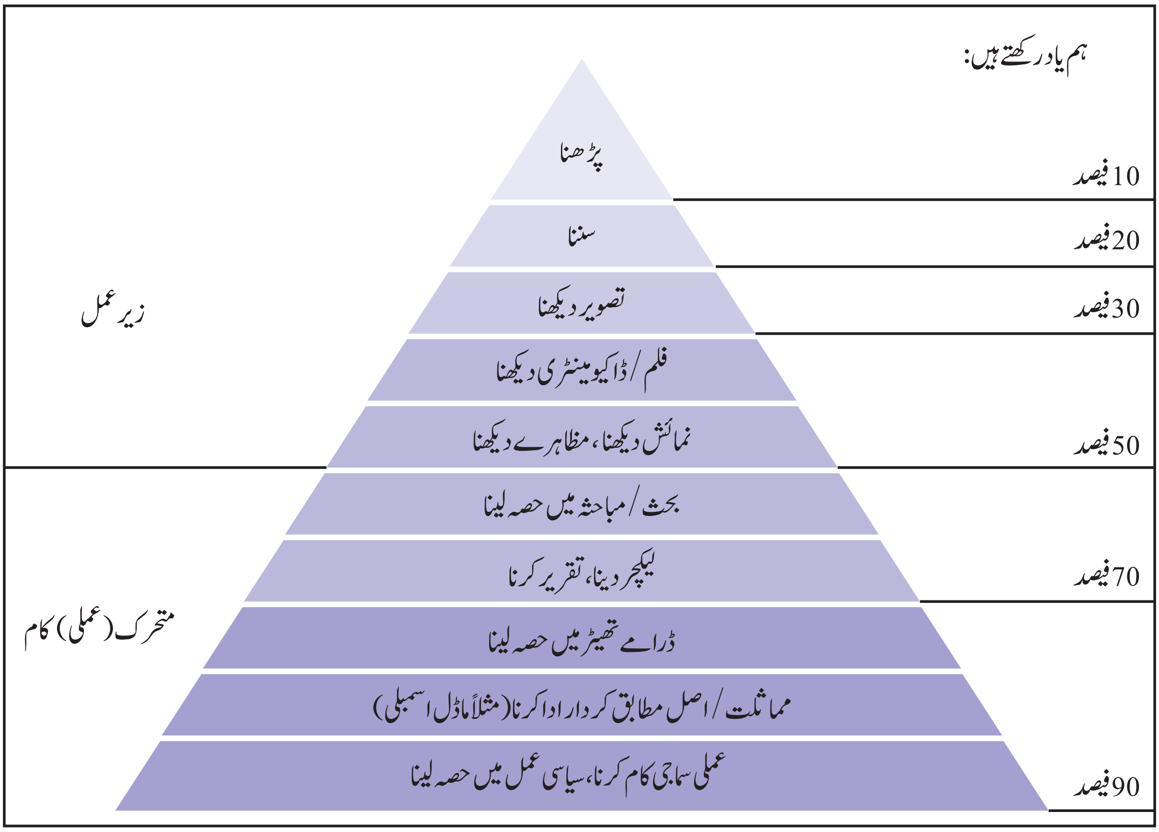

شہریت کی تعلیم کا آٹھ کونہ ماڈل

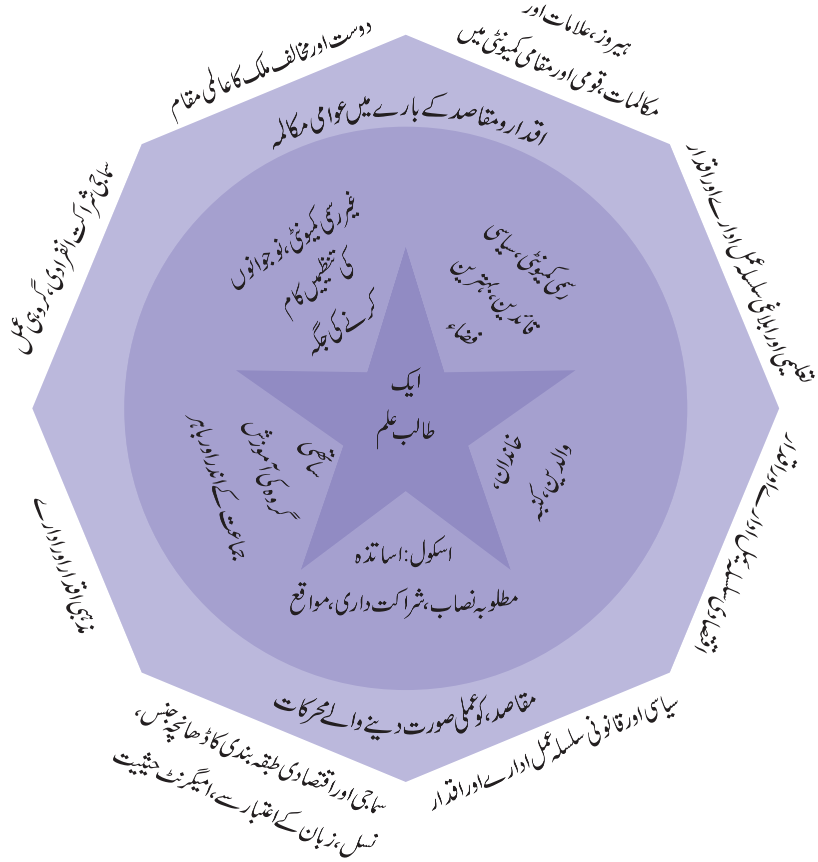

قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ 2018 کا تعارف:

یہ بل سینٹ آف پاکستان میں عزت ماب سینیٹر سحر کامران نے **بطور نجی** رکن مورخہ 22 جنوری، 2018 کو پیش کیا۔ ابتداء میں کمیٹی کی سطح پر وزیر تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت نے اس بل کی مخالفت کی جو کہ درحقیقت وفاقی دار لحکومت میں لوگوں کے حق تعلیم کے محافظ تھے۔ سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت بل کے محرک کی جانب سے بل کے حق میں پیش کئے گئے دلائل کی بناء پر متفق تھی لہذا اس نے تجویز کی تائید کر دی۔ بالآخر یہ بل سینٹ آف پاکستان سے 19 فروری، 2018 کو منظور ہو گیا۔ جس کے بعد اس بل کو رکن قومی اسمبلی جناب سید نوید قمر نے قومی اسمبلی میں متعارف کروایا جہاں یہ بل 18 مئی، 2018 کو منظور ہوا اور بالآخر 22 مئی، 2018 کو صدر کی جانب سے منظوری کے بعد پارلیمان کے ایکٹ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

اس قانون سازی کا بنیادی مقصد شہری احساس اور ملک میں قوانین کی پاسداری کے حوالے سے نوجوان لوگوں کو آگہی فراہم کرنا تھا۔ ایکٹ کے مطابق کمیشن کی نگرانی ایک اعلی سطحی بورڈ آف گورنرز کی ذمہ داری ہے جو کہ کمیشن کے معاملات کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔ بورڈ کا سال کی ہر سہ ماہی میں کم از کم ایک اجلاس منعقد کرنا لازمی ہے تاکہ دوران کاروائی اور حاصل کردہ کامیابیوں کو زیر بحث لایا جا سکے۔ کمیشن کے چیئرمین وزیر تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت ہیں اور درج ذیل افراد اس کے اراکین ہیں:

1. عزت مآب چیئرمین سینیٹ آف پاکستان کی جانب سے نامزد کردہ تین اراکین سینٹ
2. عزت مآب اسپیکر قومی اسمبلی کی جانب سے نامزد کردہ تین اراکین قومی اسمبلی
3. ہر صوبائی اسمبلی کے عزت مآب اسپیکر کی جانب سے نامزد کردہ ایک رکن صوبائی اسمبلی
4. حکومت کی جانب سے نامزد کردہ شہری تعلیم کے تین ماہرین
5. میڈیا کے دو نمائندے

کمیشن کے ناظم انتظامی امور (چیف ایگزیکٹو آفیسر) کے طور پر ڈائریکٹر جنرل کی تعیناتی بورڈ آف گورنرز کرے گا۔

ایکٹ کے افعال کار:

قومی کمیشن برائے شہری تعلیم کا قیام قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ، 2018 کی دفعہ 3 کے تحت عمل میں لایا گیا۔ کمیشن کے ایکٹ کی دفعہ 7 میں طے کردہ افعال کار درج ذیل ہیں:۔

الف) ادارہ کے اصول و مقاصد، دستور میں بیان کردہ بنیادی حقوق اور خواتین و اقلیتوں کے حقوق کے احترام کے حوالے سے آگہی کی بیداری؛

ب) دستور کی تمام اقسام کی خلاف ورزیوں کے خاتمہ کے لیے شہریوں میں معلومات فراہم کرنااور ان کی حوصلہ افزائی؛

ج) ادارے کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کورسز کا انعقاد؛

د) عوام میں شہری ذمہ داریوں اور ان کے پاکستانی شہری ہونے کے ناطے حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق معلومات؛

ہ) دیہی علاقوں شہری تعلیم کے فروغ کے لئے خصوصی اقدامات؛

و) ماہرین تعلیم کے لئے شہری تعلیم کے حوالے سے مختلف پروگرامز کی تیاری؛

ز) عوام کے مختلف گروہوں کے مابین موجود عدم مساوات نیز عدم مساوات کے ازالہ کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرنا تاکہ حقیقی جمہوری نظام پروان چڑھ سکے؛

ح) تشدد، دہشتگردی اور انتہاء پسندی کے خلاف ایک بیانیہ کو پروان چڑھانا؛

ط) ماحول کو صاف کے حوالے سے عادات کا فروغ؛

ی) شہریوں میں اتحاد، یقین، نظم وضبط اور برداشت پیدا کرنا؛

ک) نوجوانوں میں قوانین بالخصوص ٹریفک کے قوانین کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا،

ایکٹ کی نمایاں خصوصیات:

ایکٹ کے ذریعے سکولوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو شہری تعلیم فراہم کرنے کے حوالے سے اقدامات کریں جن میں ریاست کے ستونوں کے حوالے سے معلومات، اسکول انتظامیہ میں طلبہ کی شراکت، قومی اور بین الاقوامی تہواروں پر معلومات فراہم کرے نیز ملک میں جمہوریت کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔ ایکٹ کی دفعہ 7 کے تحت اسکولوں پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لیکچر، تدریسی حلقوں اور عملی کام کے ذریعے مندرجہ ذیل انداز میں شہری تعلیم عام کرے:

الف) مقننہ، انتظامیہ، عدلیہ، قانون اور جمہوریت کے کردار کے حوالے سے رسمی ہدایات؛

ب) حالیہ مقامی، قومی اور بین الاقوامی حالات وواقعات کے حوالے سے بحث منعقد کروانا؛

ج) تعلم کے فعال تجربات جن سے طلبہ معاشرتی خدمات سرانجام دے سکیں؛

ہ) دیگر اسکولوں اور معاشروں کے ساتھ شراکت داری کو فروغ دینے کے لئے ہم نصابی سرگرمیاں؛

و) اسکول کی انتظامیہ میں طلبہ کی شراکت داری؛ نیز

ز) جمہوری عمل کی کاروائیوں میں طلبہ کی شرکت۔

قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ، 2018 ملک میں جمہوریت اور وفاقیت کو تقویت دینے میں انتہائی اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس ایکٹ کا مقصد آئین، جمہوری اقدار اور بنیادی حقوق کے حوالے سے نوجوان نسل میں شعور پیدا کرنا ہے تا کہ جمہوریت کو پنپنے کا موقع ملے میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔ اس کی اغراض میں دستوری تاریخ، وفاقیت، جمہوریت کی اہمیت اور قومی مفاد میں قوانین کے احترام کو شامل کرنا مقصود ہے۔

ایکٹ پر عملدرآمد کی موجودہ صورتحال:

قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ، 2018 پر آج تک عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ اگرچہ کمیشن کی تشکیل ایکٹ میں واضح شدہ ہے مگر اس کی تشکیل ابھی باقی ہے۔ اراکین کی تقرری کی ضرورت ہے تا کہ کمیشن اپنے کام کا آغاز کر سکے۔ ایکٹ کے نفاذ سے آج تک دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر کمیشن کا تاحال قیام عمل میں نہیں لایا جاسکا۔

مجلس شوریٰ نے پاکستان میں ملک کے لئے ایک ناگزیر معاملہ پر قانون سازی کرتے ہوئے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اب یہ ریاست کے انتظامی شعبے کی ذمہ داری ہے کہ وہ قومی کمیشن برائے شہری تعلیم ایکٹ، 2018 میں صراحت کردہ کمیشن کو فعال بنانے کے لئے انتظام کریں۔

مزید برآں وفاقی حکومت کو چاہیئے کہ قومی مفاد میں کمیشن کو فعال بنانے اور ایکٹ کی تشکیل کی دفعات پر عملدرآمد کے لئے رقوم مختص کرے۔ یہ عمل بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ شہری تعلیم کے لئے رقوم مختص کی جائیں کیونکہ اس کے بغیر یہ کام ادھورا رہ جائے گا۔ حکومت کثیر القومی اداروں مثلاً غیر سرکاری تنظیموں اور بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیموں کی حوصلہ افزائی کرے کہ وہ شہری تعلیم کے اقدام کے لئے رقوم فراہم کریں۔

ماڈل ایجنڈا

شرکاء کا تعارف اور سرگرمی کے اغراض و مقاصد

شرکاء کے تعارف کے لئے یہ طریقہ کار اپنایا جاسکتا ہے کہ ایک فرد دوسرے کا تعارف کروائے اور اپنا اپنا ایک سِوک وصف (خوبی) بتائیں۔

اغراض و مقاصد:

1. سوک ایجوکیشن کی اہمیت
2. پاکستانی تجربہ
3. صوبائی سطح پر سوک ایجوکیشن کے لئے قانون سازی کے لئے وکالت

سرگرمی کا آغاز:

شرکاء سے پیمانہء شہریت کا فارم پُر کرانے سے کیا جائے اور ان کے جوابات کی روشنی میں مختصر گفتگو کی جائے۔

لیکچر:۔ مقرر

(1) سوک ایجوکیشن اور اس کی اہمیت

(2) سوک ایجوکیشن کے حوالے سے پاکستانی تجربہ

(3) صوبائی سوک ایجوکیشن ایکٹ کے لئے حکمت عملی

شرکاء کی صلاحیتوں اور ہنر کی فہرست بنائیں اور صوبائی قانون کے لئے ٹائم لائن کے ساتھ حکمت عملی بنائیں۔

پیمانہ ء شہریت

نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جنس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حصہ اول:۔ شہری

1. کیا آپ اخبار پڑھتے ہیں؟ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو کون سا حصہ ؟خبریں / اداریہ / کالم / میگزین

2. کیا آپ ریڈیو سنتے ہیں / ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں / ویب سائٹس دیکھتے ہیں؟ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو آپ کو کیا پسند ہے ریڈیو / ٹیلی ویژن / ویب سائٹ

3. کیا آپ سوشل میڈیا پر سرگرم ہیں؟ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو آپ کا پسندیدہ پلیٹ فارم کیا ہے؟

4. کیا آپ کسی تنظیم کے ممبر ہیں؟ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو یہ تنظیم مذہبی / سماجی / ثقافتی / سیاسی / معاشی ہے۔

5. کیا آپ نے کبھی رضاکارانہ کام کیا ہے؟ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو کیا یہ کام مذہبی / سماجی / ثقافتی / سیاسی تھا۔

6. کیا آپ کو اپنی کیمونٹی کے تین اہم ترین مسائل کا علم ہے؟ہاں / نہیں

1۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔3۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

7. کیا آپ نے کبھی ان مسائل کے حل کے بارے میں سوچا ہے؟ہاں / نہیں
8. کیا آپ نے کبھی ان مسائل کے حل کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا؟ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو اس اقدام کی وضاحت کریں

- پبلک پٹیشن
- مظاہرے میں شرکت
- ایڈیٹر کے نام خط
- کوئی دوسرا اقدام۔۔۔۔۔۔

حصہ دوم

متحرک شہری

9. کیا آپ کا نام ووٹر لسٹ میں شامل ہے؟ ہاں / نہیں

10. کیا آپ نے اپنا نام ووٹر لسٹ میں چیک کیا؟ ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو کیسے؟

- 1۔ 8300 پہ ایس ایم ایس
- 2۔ ڈسپلے سنٹر کا دورہ
- 3۔ یا کوئی دوسرا طریقہ۔۔۔۔۔

11. کیا آپ نے کبھی حق رائے دہی استعمال کیا؟ ہاں / نہیں

اگر "ہاں" تو کہاں؟ مقامی الیکشن / صوبائی الیکشن / قومی الیکشن

12. کیا آپ اپنے منتخب عوامی نمائندے کو جانتے ہیں؟ ہاں / نہیں

- 1۔ سینیٹر
- 2۔ ایم این اے
- 3۔ ایم پی اے

13. کیا آپ کو اپنی مقامی حکومت کے دفتر کا علم ہے؟ ہاں / نہیں

حصہ سوئم

نگہبان آنکھ

14. کیا آپ کے علاقے میں پبلک لائبریری ہے؟ ہاں / نہیں

15. کیا آپ کے علاقے میں پبلک پارک ہے؟ ہاں / نہیں

16. کیا آپ کے علاقے میں پبلک ٹرانسپورٹ سسٹم ہے؟ ہاں / نہیں

حصہ چہارم

سِوک ایجوکیشن کے بارے میں آپ کی رائے

استحصال کا خاتمہ

قانون کی حکمرانی، قانون کے مطابق سلوک، مملکت سے وفاداری، دستور اور قانون کی اطاعت

بنیادی حقوق

- بنیادی حقوق کے منافی قوانین کالعدم ہوں گے۔
- فرد کی سلامتی۔
- گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ۔
- منصفانہ سماعت کا حق۔
- غلامی، بیگار وغیرہ کی ممانعت۔
- مؤثر بہ ماضی سزا سے تحفظ۔
- دُہری سزا اور اپنے کو ملزم گردانے کے خلاف تحفظ۔
- شرف انسانی قابل حُرمت ہو گا۔
- نقل و حرکت وغیرہ کی آزادی۔
- اجتماع کی آزادی۔
- انجمن سازی کی آزادی۔
- تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی۔
- اظہار کی آزادی۔
- معلومات کا حق۔
- مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی۔
- کسی خاص مذہب کے اغراض کے لئے محصول لگانے سے تحفظ۔
- مذہب وغیرہ کے بارے میں تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات۔
- جائیداد کے متعلق حکم۔
- حقوق جائیداد کا تحفظ۔
- شہریوں سے مساوات۔
- تعلیم کا حق۔
- عام مقامات میں داخلہ سے متعلق عدم امتیاز۔
- ملازمتوں میں احتیاز کے خلاف تحفظ۔
- زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ۔

حکمت عملی کے اصول

- اسلامی طریق زندگی۔
- بلدیاتی اداروں کا فروغ۔
- علاقائی اور دیگر مماثل تعصبات کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔
- قومی زندگی میں عورتوں کی مکمل شمولیت۔
- خاندان کا تحفظ۔
- اقلیتوں کا تحفظ۔
- معاشرتی انصاف کا فروغ اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ۔
- عوام کی معاشی اور معاشرتی فلاح وبہبود کا فروغ۔
- مسلح افواج میں عوام کی شرکت۔
- عالم اسلام سے رشتے استوار کرنا اور بین الاقوامی امن کو فروغ دینا۔

دستورِ پاکستان- بنیادی حقوق اور حکمت عملی کے اصول

کسی بھی ملک کے لئے دستور بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے ریاست اور شہریوں کے مابین عمرانی معاہدہ کہا جاتا ہے۔ جمہوری ممالک میں عوام کے منتخب نمائندے دستور ساز اسمبلی میں اسے تحریر کرتے ہیں۔ اس اہم ترین قومی دستاویز میں ریاست کے جغرافیے کا تعین، ملک کے نظام کی روح، مزاج اور سمت کا بیان ہوتا ہے۔ دستور ہی قانون کو جواز، حکومت کو اختیار، اکائیوں کے درمیان وسائل کی منصفانہ تقسیم کا فارمولہ اور عوام کو بنیادی حقوق دیتا ہے۔

آج دستور حمورابی کے آئین اور اشوکا کی تختیوں کی طرح پتھر پر کندہ نہیں ہوتا بلکہ اسے زندہ دستاویز کہا جاتا ہے جس میں حالات اور ضروریات تبدیل ہو جانے پر ضابطے کے مطابق ترمیم کا اختیار ہوتا ہے۔ شکاگو یونیورسٹی کی ایک تحقیق جو کہ دساتیر کی اوسطاً عمر کے حوالے سے تھی، کہا گیا ہے کہ یہ عرصہ 17 سال کے قریب بنتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں صدیوں پرانے دستور آج بھی رائج العمل ہیں تاہم یہ اوسطاً عمر ہے، جس کے بعد کئی ممالک اپنے مخصوص حالات یا پھر جمہوری دستوری نظر ثانی کے عمل سے گزرتے ہیں۔

پاکستان کی دستوری تاریخ کئی نشیب و فراز کی امین ہے۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے 10 اگست 1947 کو اپنے کام کی ابتداء کی لیکن ملک کو پہلا دستور 1956 میں نصیب ہوا۔ برسوں کی ریاضت 1958 میں اس وقت رائیگاں ٹھہری جب ملک میں پہلا مارشل لاء لگا۔ 1962 میں فرد واحد کی دانش پر مبنی آئین آیا جو 1969 میں ان کے ساتھ ہی تاریخ کے کوڑے دان میں چلا گیا۔ 1970 میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات ہوئے لیکن دستور کی چھتری انتقالِ اقتدار کے لئے دستیاب نہ تھی اور طاقت کے زور پر معاملات سلجھانے کی روش نے ملک کو دولخت کر دیا۔

1973 میں قومی اسمبلی نے دستور ساز اسمبلی کے طور پر کام کرتے ہوئے آئین منظور کیا جو دوبارہ معطل ہونے کے باوجود آج بھی رائج ہے اور اس پر وسیع قومی اتفاق رائے ہے۔

آئین پاکستان 1973 کا ڈھانچہ

دیباچہ ہم جمہورِ پاکستان قراردادِ مقاصد (ضمیمہ)	ریاست کی تعریف نوعیت اور مزاج آرٹیکل 1-7	بنیادی حقوق آرٹیکل 8-28 حکمت عملی اصول آرٹیکل 29-40	وفاق پاکستان صدر مملکت آرٹیکل 41-49	مجلس شوریٰ پارلیمنٹ آرٹیکل 50-89	وفاقی حکومت آرٹیکل 90-100
صوبے گورنر، صوبائی اسمبلیاں اور صوبائی حکومتیں آرٹیکل 101-140	لوکل گورنمنٹ آرٹیکل 140-اے	وفاق اور صوبوں کے مابین تعلقات آرٹیکل 141-159	مالیاتی امور آرٹیکل 160-174 نیشنل فنانس کمیشن آڈیٹر جنرل	عدلیہ آرٹیکل 175-212 سپریم کورٹ ہائی کورٹس شریعت کورٹ	انتخابات آرٹیکل 213-226
اسلامی احکام آرٹیکل 227-231	ہنگامی احکام آرٹیکل 232-237	آئین میں ترمیم آرٹیکل 238-239	ملازمتیں آرٹیکل 240-242 پبلک سروس کمیشن	مسلح افواج آرٹیکل 243-245	عام آرٹیکل 246-280 زبان، پراپرٹی کا حق اور سیاسی عمل

آئین پاکستان کے اندر 280 آرٹیکل (اصل میں 303)، 5 جدول، ابتدائیہ اور ضمیمہ (قراردادِ مقاصد) شامل ہیں۔

انسانی حقوق: تصور اور ارتقاء

انسانی حقوق کا آغاز کب ہوا؟ غالباً اسی دن جب روئے زمین پر دوسرا انسان آیا۔ انسانی حقوق کی پامالی کی کہانی بھی اتنی ہی پرانی ہے۔ قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا قتل الہامی کتابوں میں رقم ہے۔ گویا انسان ہی انسانوں کے حقوق غصب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الہامی مذاہب اور دنیاوی مذاہب اور فکر و فلسفہ کے مباحث کا مرکز و محور حرمت انسانی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے احکمات ربانی سے لے کر حضرت محمدؐ کے آخری خطبہ تک ہمیں حقوق العباد کا ایک مدلل بیانیہ ملتا ہے۔

انسانی حقوق کی کہانی میں اگر تہذیبی ارتقاء کا پہلو دیکھیں تو جدوجہد "مساویانہ حقوق" کی رہی ہے۔ حمورابی کے کوڈ میں انسان برابر نظر نہیں آتا۔ غلام کے قتل کی سزا اور طبقہ اشرافیہ کے کسی فرد کے قتل کی سزا مختلف تھی۔ آقا اور غلام کی تفریق کے مظاہر جابجا ملتے ہیں۔ شائد یہی وجہ ہے کہ 10 دسمبر 1948 اہم ہے کہ اس روز انسانی حقوق کا عالمی چارٹر منظور ہوا جس میں انسانی برابری کے لئے دستور سازی اور قانون سازی کی راہیں کھلیں۔ آج یہ دستاویز دنیا بھر میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔

اگست 1947 میں قیامِ پاکستان کے بعد ---- ہم نے بحثیت قوم اس دستاویز کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ اقوامِ متحدہ کے پیرس میں منعقدہ اجلاس میں جب اس دستاویز پر رائے شماری ہوئی تو پاکستان نے اس کے حق میں ووٹ دیا۔ پاکستانی وفد میں اس وقت کی رکن دستور ساز اسمبلی بیگم شائستہ اکرام اللہ شامل تھیں۔ سر ظفر اللہ خان نے انسانی حقوق کے چارٹر کا عقائد کے تناظر میں تجزیہ کرنے کے لئے ایک پوری کتاب لکھ ڈالی۔ پاکستان کا اپنے شہریوں کو بنیادی حقوق دینے کے لئے غور و فکر کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب 12 اگست 1947 کو دستور ساز اسمبلی نے بانیء پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی سربراہی میں شہریوں کے بنیادی حقوق کے حوالے سے کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کی رپورٹ کی بنیاد پر پاکستان کے دستوری ڈھانچہ کی عمارت تعمیر ہونا تھی۔ اس وقت کے پارلیمانی مباحث بتاتے ہیں کہ اراکین اسمبلی کا نقطہ نظر یہ بنا کہ انسانی حقوق کا عالمی چارٹر تو ہم مان آئے ہیں۔ اب بتایئے دستور میں اس سے زیادہ کیا دے سکتے ہیں؟ اتنے اچھے آغاز والے ملک میں انسانی حقوق کی جابجا پامالی پہ بہت دُکھ ہوتا ہے۔ 1956 کے دستور میں بنیادی حقوق کا باب شامل تھا جو کہ اس کمیٹی کی محنت تھی۔ 1962 میں جب فردِ واحد نے آئین دیا تو حقوق کا باب غائب تھا۔ جب یہ دستور اسمبلی میں آیا تو اس میں پہلی ترمیم "**حقوق کا باب**" واپس لائی۔ 1973 کے دستور میں بھی بنیادی حقوق کا باب شامل ہے۔ مارشل لاء ادوار میں کئی عبوری آئینی حکم نامے آئے لیکن بنیادی انسانی حقوق کے باب میں ایک لفظ کا اضافہ نہیں ہوا۔ 2010 میں اٹھارہویں آئینی ترمیم نے منصفانہ ٹرائل، آزادیء اطلاعات اور تعلیم کو حق تسلیم کیا گیا۔ تاہم اگر دستورِ پاکستان کے بنیادی حقوق کے باب کا مطالعہ کریں تو یہ بہت زیادہ "اگر"---"مگر"---- قانون، پبلک اخلاقیات وغیرہ کے بوجھ تلے دبا ہے۔ کیا ہم اس باب کو متحرک اور لازمی عمل کی زبان میں نہیں ڈھال سکتے؟

جب دستور معطل ہوتا ہے تو سب سے پہلے یہ باب غیر فعال ہو جاتا ہے۔ کیا ہم اس باب کو اس غیر فعالیت کے عذاب سے مبرا نہیں کر سکتے؟ پارلیمان نے دستور کے ذریعہ بنیادی حقوق کے باب کے علاوہ قانون سازی کے ذریعے کئی اداروں کو بھی جنم دیا ہے جن میں نیشنل کمیشن برائے حقوقِ انسانی، خواتین کی حیثیت کا کمیشن اور کمیشن برائے حقوق اطفال شامل ہیں۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ یہ کمیشن آج غیر فعال ہیں۔ سپریم کورٹ نے بھی انسانی حقوق کا سیل بنا رکھا ہے۔ ایگزیکٹو کی وزارت برائے حقوقِ انسانی بھی قائم ہے۔ لیکن ہم انسانی حقوق کے ثمرات اور اس کلچر سے محروم ہیں جس میں عوام کو یہ تمام حقوق حاصل ہوں۔ عدلیہ کے کئی اہم فیصلے بھی آئے، خصوصاً اقلیتوں کے حوالے سے، لیکن لگتا ہے کہ ہم نے عمل نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ انسانی حقوق کا دن منانے کا سب سے اچھا انداز یہ ہو سکتا ہے کہ ہم عزم کریں کہ ہمارے لوگ ہی ہمارے لئے سب سے زیادہ عزیز ہیں اور ہم انہیں تمام لازمی حقوق کا پھل پہنچائیں گے۔

آئینِ پاکستان - بنیادی حقوق کا تجزیہ

آئینِ پاکستان میں دیئے گئے بنیادی حقوق کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ 24 بنیادی حقوق میں سے زیادہ تر مکمل اور غیر مشروط نہیں ہیں بلکہ بہت سارے مجرد اور خیالی محسوس ہوتے ہیں۔ اکثر کی زبان بھی غیر واضح اور ٹھوس ضمانتوں سے عاری ہے۔ کم از کم 13 بنیادی حقوق ایسے ہیں جن میں درج ہے کہ یہ حق قانون کے مطابق، معقول پابندیوں یا وضع کردہ ضابطوں کے مطابق میسر ہوں گے۔

پانچ بنیادی حقوق جن میں آرٹیکل 14 - شرف انسانی قابلِ حُرمت ہو گا، آرٹیکل 20 - مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی، آرٹیکل 22 - مذہب وغیرہ کے بارے میں تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات، آرٹیکل 24 - حقوق جائیداد کا تحفظ اور آرٹیکل 25-اے تعلیم کا حق شامل ہیں، یہ سب قانون کے مطابق ہی حاصل ہوں گے۔ یعنی ان کے حوالوں سے باقاعدہ قانون سازی کی جائے گی۔

اسی طرح چھ بنیادی حقوق میں درج ہے کہ یہ حقوق قانون کے مطابق معقول پابندیوں سے مشروط ہوں گے۔ ان میں آرٹیکل 15- نقل و حرکت وغیرہ کی آزادی، آرٹیکل 16- اجتماع کی آزادی، آرٹیکل 17- انجمن سازی کی آزادی، آرٹیکل 19- تقریر وغیرہ کی آزادی، آرٹیکل 19- اے، حقِ معلومات اور آرٹیکل 23- جائیداد سے متعلق حکم شامل ہیں۔ جبکہ آرٹیکل 18 جو کہ تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی کے بارے میں ہے وہ قانون کے مطابق ضابطوں سے مشروط ہے۔

اگر آئین پاکستان میں درج بنیادی حقوق کو ایک اور زاویئے سے دیکھا جائے تو 5 حقوق حفاظتی نوعیت کے ہیں جن میں آرٹیکل 8 کے مطابق بنیادی حقوق کے منافی قوانین کالعدم ہوں گے۔ آرٹیکل 9- فرد کی سلامتی، آرٹیکل 10- گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ، آرٹیکل 10- اے منصفانہ سماعت کا حق، اور آرٹیکل 28 میں زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ شامل ہیں۔ ایک حق یعنی آرٹیکل 11- غلامی، بیگار وغیرہ کی ممانعت- روکنے والے حقوق کے زمرے میں آتا ہے۔ پانچ حقوق کا تعلق تحفظ فراہم کرنے والی کیٹیگری سے ہے جس میں آرٹیکل 12- مؤثر بہ ماضی سزا سے تحفظ بجز آرٹیکل 6 جس کا تعلق آئین سے غداری سے ہے، اس کا اطلاق 23 مارچ 1956 سے ہوتا ہے۔ آرٹیکل 13- دُہری سزا اور اپنے کو ملزم گردانے کے خلاف تحفظ، آرٹیکل 14- شرف انسانی قابلِ حُرمت ہوگا، آرٹیکل 21- کسی خاص مذہب کے اغراض کے لئے محصول لگانے سے تحفظ اور آرٹیکل 22- مذہب کے بارے میں تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات شامل ہیں۔

اسی طرح کم از کم چھ حقوق ایسے ہیں جن میں قانونی امر / کاروائی کی اجازت اور استحقاق کے دعوے ہیں۔ ان حقوق میں آرٹیکل 15- نقل و حرکت کی آزادی، آرٹیکل 16- اجتماع کی آزادی، آرٹیکل 17- انجمن سازی کی آزادی، آرٹیکل 19- تقریر کی آزادی، آرٹیکل 19- اے، حقِ معلومات اور آرٹیکل 25- اے، تعلیم کا حق شامل ہیں۔ جبکہ چار حقوق میں معاشی تناظر میں استحقاق کی بات کی گئی ہے۔ اس صف میں آرٹیکل 18 - تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی، آرٹیکل 23- جائیداد کے متعلق حکم، آرٹیکل 24- حقوق جائیداد کا تحفظ اور آرٹیکل 27 ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف تحفظ شامل ہیں۔ بنیادی حقوق کے باب میں ایک حق کا تعلق مذہبی آزادی سے ہے آرٹیکل 20- مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح آرٹیکل 25- شہریوں سے مساوات اور آرٹیکل 26 عام مقامات میں داخلہ سے متعلق عدم امتیاز کو ریاست کی جانب سے مثبت دستوری اقرار کہا جاسکتا ہے۔

یہاں یہ تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ بنیادی حقوق کے باب میں آرٹیکل 11(3) جو کہ غلامی، بیگار وغیرہ کی ممانعت کرتا ہے، کہتا ہے کہ چودہ سال سے کم عمر کسی بچے کو کسی کارخانے یا کان یا دیگر پُر خطر ملازمت میں نہیں رکھا جائے گا جبکہ اسی باب کا آرٹیکل 25- اے تعلیم کا حق، یہ کہتا ہے کہ ریاست پانچ سے سولہ سال تک کی عمر کے تمام بچوں کو قانون کے مطابق طریقہ کار کے ذریعے مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔

حکمت عملی کے اصول

آئین کے درجن بھر آرٹیکل (29-40) حکمتِ عملی کے اصولوں کے طور پر ہیں۔ یہ تمام آرٹیکل شہریوں کے سیاسی، سماجی، ثقافتی اور معاشی حقوق سے متعلق ہیں۔ اگرچہ آرٹیکل 29 کے مطابق مملکت کے ہر شعبے اور ہیئت مجاز کو اپنے کارہائے منصبی ان اصولوں کے مطابق نبھانے ہیں تاہم اس آرٹیکل میں ہے کہ "جہاں تک حکمتِ عملی کے کسی مخصوص اصول پر عمل کرنے کا انحصار اس غرض کے لئے وسائل کے میسر ہونے پر ہو تو وہ اصول ان وسائل کی دستیابی پر مشروط تصور کیا جائے گا"۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ حکمت عملی کے زیادہ تر اصولوں پر وسائل کی عدم دستیابی کا بہانہ بنا کر ریاست نے وہ کام نہ نہیں کئے جن کا یہ اصول حکم دیتے ہیں۔

اسی طرح یہ آرٹیکل کہتا ہے کہ صدر مملکت ہر سال وفاقی حکومت کی جانب سے ان اصولوں پر عملدرآمد کی رپورٹ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ہر ایک ایوان (سینٹ آف پاکستان اور قومی اسمبلی آف پاکستان) کے سامنے رکھیں گے جبکہ صوبائی گورنر اپنے صوبے کے حوالے سے ایسی ہی رپورٹ صوبائی اسمبلی کے سامنے رکھیں گے۔ آئین کی منشاء یہ تھی کہ ان رپورٹوں پر سینٹ اور اسمبلیوں میں باقاعدہ بحث ہو گی۔ ایسا فقط ایک سینٹ آف پاکستان میں ہوا۔ جبکہ برسوں یہ رپورٹیں پیش ہی نہیں کی گئیں۔ سندھ اور بلوچستان میں آج تک ایسی کوئی رپورٹ پیش ہی نہیں کی جاسکی۔

انسانی حقوق کا ارتقاء۔۔۔۔ انسانی دانش اور شعور کی اجتماعی میراث ہے۔ تہذیبی سفر میں مختلف معاشروں میں بل آف رائٹس کی صورت میں دستاویزات سامنے آئیں تو بعض ممالک میں یہ سفر پارلیمانی اداروں میں طے ہوا۔ بنیادی حقوق کا تصور–انسانی حقوق کے سمندر سے چُنے وہ حقوق ہیں جو ممالک اپنے آئین میں لکھ کر شہریوں کو یہ ضمانت دیتے ہیں کہ اگر یہ حق نہ ملے تو عدالت کے دروازے پہ دستک دی جاسکتی ہے۔

پاکستان کی آئینی اسکیم میں بنیادی حقوق کی فراہمی یقینی بنانا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ آئین کے آرٹیکل 7 میں ریاست کی تعریف بنیادی حقوق کے باب میں ہی کچھ اس طرح کی گئی ہے۔ "اس حصہ میں تاوقتیکہ سیاق وسباق سے کچھ اور مفہوم نہ نکلتا ہو، مملکت سے وفاقی حکومت، مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کوئی صوبائی حکومت، صوبائی اسمبلی اور پاکستان میں ایسی مقامی ہیئت ہائے مجاز مراد ہیں جن کو ازروئے قانون کوئی محصول یا چونگی عائد کرنے کا اختیار حاصل ہو۔" گویا بنیادی حقوق کی فراہمی وفاقی، صوبائی اور مقامی سطح کی تمام حکومتوں اور پارلیمانی اداروں کی ذمہ داری ہے۔

بنیادی حقوق کے باب میں جو پہلا حق تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے "بنیادی حقوق کے نقیض یا منافی قوانین کالعدم ہوں گے"۔ اس طرح رسم ورواج کے نام پر بنیادی حقوق نہیں چھینے جاسکتے۔ آئین بناتے وقت جدول اول کے حصہ دوم میں 39 وفاقی اور 7 صوبائی قوانین، آرڈیننس، صدارتی حکم نامے اور ضابطوں کی فہرست دی گئی جن کا دو سال میں جائزہ لے کر انہیں بنیادی حقوق کے مطابق ڈھالنا تھا۔ اس ڈیڈ لائن میں فقط چھ ماہ تک توسیع ہو سکتی تھی۔ تاریخی اعتبار سے یہ کام قومی اسمبلی نے 19 مارچ 1976 کو مکمل کیا اور بعد ازاں سینٹ آف پاکستان کی منظوری کے بعد 26 اپریل 1976 کو بنیادی حقوق سے مطابقت (قوانین میں ترامیم ایکٹ وفاقی دار لحکومت) منظور کیا گیا اور چار قوانین کو بنیادی حقوق کے مطابق بنایا گیا۔

آرٹیکل 8 یہ بھی کہتا ہے کہ مملکت کوئی ایسا قانون وضع نہیں کرے گی جو ان پہلے سے عطا کردہ حقوق کو سلب کرے یا کم کرے اور ہر وہ قانون جو اس شق کی خلاف ورزی میں وضع کیا جائے، اس خلاف ورزی کی حد تک کالعدم ہو گا۔ تاہم یہ بات پرکھنے کا حق عدالت کے پاس تھا۔ 2012 میں قیام میں آنے والے قومی انسان حقوق کمیشن ایکٹ میں کمیشن کے دیگر کارہائے منصبی کے ساتھ یہ بات بھی شامل تھی کہ "کمیشن انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور یا فی الوقت نافذ العمل کسی بھی دیگر قانون کے تحت یا کسی بھی جانب سے فراہم کردہ تحفظات پر نظر ثانی کرے گا اور نئی قانون سازی کے انتخاب، موجودہ قوانین کی ترامیم کی سفارش کرے گا اور اس پر عملدرآمد یا ترامیم کی خاطر انتظامی اقدامات کرے گا"۔

اس حوالے سے شرط یہ رکھی گئی کہ اس کام کے لئے درخواست حکومت کرے گی اور کمیشن کسی بھی قانون سازی کی جانچ پڑتال کر سکے گا اور اس پر نقطہ نظر دے گا اور قانون سازی کے لئے اس کے مفہوم میں رائے دے گا۔ اس کو ایک اہم پیش رفت قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ ابھی تک اس راستے کا حکومت نے انتخاب نہیں کیا۔

اداروں کے فیڈرل فریم ورک برائے بنیادی حقوق

گورننس کی سطح	انسانی حقوق کے قوانین	ادارے	پارلیمانی میکینزم	عدلیہ
وفاق	قومی کمیشن برائے انسانی حقوق-2012 قومی کمیشن برائے حقوق اطفال قومی کمیشن برائے خواتین	وفاقی وزارت برائے انسانی حقوق بین الاقوامی معاہدوں پر عملدرآمد کا سیل	فنکشنل کمیٹی برائے انسانی حقوق سینٹ قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق قومی اسمبلی پاکستان	انسانی حقوق کا سیل
پنجاب	-	وزارت برائے انسانی حقوق اور اقلیتی امور	قائمہ کمیٹی	انسانی حقوق سرگرم سیل
سندھ	سندھ تحفظ انسانی حقوق ایکٹ 2011	وزارتِ قانون، پارلیمانی امور اور انسانی حقوق	قائمہ کمیٹی	-
خیبر پختونخواہ	خیبر پختونخواہ انسانی حقوق فروغ، تحفظ اور نفاذ ایکٹ 2014	وزارت قانون، پارلیمانی امور اور انسانی حقوق	قائمہ کمیٹی	ہیومن رائٹس سیل
بلوچستان	-	وزارت برائے سوشل ویلفیئر، خصوصی تعلیم اور انسانی حقوق	قائمہ کمیٹی	-

☆ گلگت بلتستان خود مختاری آرڈر 2009 میں بنیادی حقوق کا باب موجود ہے۔

☆ آزاد جموں و کشمیر کے عبوری آئین 1974 میں بھی بنیادی حقوق کا باب موجود ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور 1948

آرٹیکل 15

1. ہر شخص کو قومیت (نیشنلٹی) کا حق ہے۔
2. کوئی شخص محض حاکم کی مرضی پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور اس کو قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار نہ کیا جائے گا۔

شہریت کیا ہے؟

قانونی اعتبار سے شہریت سے مراد کسی ریاست میں فرد کی قانونی حیثیت ہے۔ فرد اور ریاست کے درمیان یہی رشتہ اس کے عمرانی معاہدہ اور سماجی ،سیاسی اور معاشی حقوق کا تعین کرتا ہے۔

شہریت پر تحقیق کرنے والے اسکالرز اس کی مختصر اور جامع تعریف یوں کرتے ہیں:۔ "شہریت سے مراد کسی کمیونٹی کی ممبر شپ"۔ اس تعریف سے ہمیں رکنیت کی شرائط اور ذمہ داریوں کی بابت بھی علم ہوتا ہے۔ یہ رکنیت پیدائشی استحقاق، ہجرت، سرمایہ کاری وغیرہ لے ذریعے ملتی ہے۔ بعض ممالک کے آئین اور قوانین "دُہری شہریت" کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

اکثر اوقات "شہریت" اور "قومیت" کی اصطلاحات کو آپس میں گڈ مڈ بھی کیا جاتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے دور میں کم از کم فکری سطح پر "عالمی شہری" کی اصطلاح بھی سامنے آئی ہے۔ شہریت ایک قانونی تصور ہے اور اس کے ساتھ ہر ملک اپنی اپنی شرائط اور فرائض منسلک کرتا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ کسی ملک میں رہنے کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ آپ اس کے شہری ہیں۔ ہم اکثر ایک اصطلاح "متحرک شہریت" بھی سنتے ہیں جس سے مراد کمیونٹی میں فعال کردار ادا کرنا ہے۔

پاکستانی شہریت

1947 میں قیامِ پاکستان کے بعد سے یہاں شہریت کے حوالے سے دلچسپ مباحثے ہوئے۔ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے 11 اگست 147 کو اپنے تاریخی خطاب میں پاکستانی شہریت کے خدوخال کچھ یوں واضح کئے۔

"آپ سب آزاد ہیں، آپ اپنے مندروں میں جانے کے لئے آزاد ہیں، آپ اپنی مسجدوں میں جانے کے لئے آزاد ہیں یا آزاد پاکستان کی کسی بھی عبادتگاہ میں۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب، عقیدے، قوم یا فرقے سے ہوسکتا ہے ریاست کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔" آگے چل کر انہوں نے کہا، "ہم ایسے دنوں میں آغاز کررہے ہیں جب ہمارے درمیان کسی قسم کے نسلی یا فرقہ وارانہ تعصب کا وجود نہیں ہے۔ ہم اُس بنیادی اصول کے ساتھ ایک نئے دور کا آغاز کرنے جارہے ہیں جس کے مطابق ہم سب شہری ہیں، ایک ریاست کے برابر حقوق کے مالک شہری۔" بانیء پاکستان نے یہ بھی کہا "آپ لوگ دیکھیں گے کہ وقت کے ساتھ ساتھ مسلمان - مسلمان نہیں رہے گا اور ہندو - ہندو نہیں رہے گا' میں مذہبی معنوں میں ایسا نہیں کہہ رہا کیونکہ یہ تو ہر فرد کے مذہبی حوالے عقیدے کا سوال ہے، میں تو ریاست کے شہری کی حیثیت سے سیاسی حوالے سے بات کررہاہوں۔"

بانی پاکستان کا یہ خطاب ایسی قوم اور شہریت کا تصور اجاگر کرتا ہے جس میں شہریوں کے درمیان مساوات تصور غالب ہو اور مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر تفریق نہ ہو۔ پاکستان کی سول سوسائٹی قائد اعظم کی اس ایک ہزار چھ سو اٹھارہ الفاظ پہ مشتمل تقریر کو ملک کا میگنا کارٹا قرار دیتی ہے کیونکہ اس میں کھُلے انداز میں ریاست کے مزاج اور مستقبل کے امورِ ریاست کی تشریح کی گئی ہے۔ تاہم ضمیر نیازی اپنی کتاب "صحافت پابند سلاسل" میں بیان کرتے ہیں کہ انتظامیہ نے اس تقریر کو پریس میں چھپنے سے روکنے اور سنسر لگانے کی بہت کوشش کی۔ اچھی بات یہ ہے کہ پاکستان کی پارلیمان نے آنے والی نسلوں کی خاطر اس تقریر کو محفوظ کرلیا۔ اس روز کی مجلسِ قانون ساز کی لفظ بہ لفظ کاروائی پاکستان کی نیشنل لائبریری اور قومی اسمبلی کی لائبریری میں محفوظ ہے بلکہ قومی اسمبلی آف پاکستان کی ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہے۔ اس تقریر کی مکمل عبارت اسمبلی کے احاطہ میں بھی آویزاں ہے۔

12 اگست 1947 کو پاکستان کی مجلسِ دستور ساز نے 16 اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی کے قیام کی منظوری دی جو کہ شہریوں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کے لئے پارلیمانی کمیٹی تھی اور اس کے کام کی بنیاد پر ریاست کا دستوری ڈھانچہ تعمیر ہونا تھا۔ اس کمیٹی کی رپورٹوں میں پاکستانی شہریت کی تشریح کے حوالے سے اچھاخاصا کام ہوا۔

تاہم پاکستانی شہریت کے حوالے سے پہلا سوال 18 مئی 1948 کو مجلس دستور ساز میں اُٹھا جب اسمبلی کے اراکین کی "پاکستانی شہریت" پر بات ہوئی۔ اسمبلی کے قواعد میں ترمیم کی گئی کہ وضاحت ہوسکے کہ کون پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا ممبر ہوسکتا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے شہریت کے دو اصول سامنے آئے۔ اول: پاکستان سے وفاداری اور دوم: 14 اگست 1947 کے بعد کم از کم چھ ماہ کی مستقل سکونت۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت اور فسادات میں ہونے والی قتل وغارت نے اس سوال کو اہم بنادیا کہ بیک وقت دونوں ریاستوں یعنی انڈیا اور پاکستان میں "سیاسی مستقبل" نہیں تلاش کیا جاسکتا۔

چونکہ دستور بنانے کا عمل سست روی کا شکار تھا اس لئے شہریوں اور اقلیتوں کے حقوق کی پارلیمانی کمیٹی نے پاکستانی شہریت کے سوال کو اسمبلی میں طے کرنے کی بات کی اور 1951 میں "پاکستان شہریت ایکٹ" منظور ہوا۔ یہ بل پہلے دستور ساز اسمبلی میں آیا بعد ازاں تجویز دی گئی کہ اسے قانون ساز اسمبلی کے طور پر اجلاس میں منظور کیا جائے۔ اس اثناء میں لیاقت-نہرو معاہدہ کے تحت 8 اپریل 1950 میں طے ہوا کہ دونوں ممالک اپنی اپنی اقلیتوں کے لئے مساویانہ شہریت کے لئے کام کریں گے اور عملی اقدامات اٹھائیں گے۔

پاکستان شہریت ایکٹ 1951ء

پاکستان شہریت بل 9 اپریل 1951ء کو اس وقت کے وزیر داخلہ خواجہ شہاب الدین نے مجلسِ قانون ساز میں متعارف کرایا جسے 10 اپریل 1951 کو منظور کر لیا گیا اور اس کا اطلاق 13 اپریل 1951 سے گزٹ نوٹیفکیشن کے بعد سے ہوتا ہے۔

پاکستان شہریت ایکٹ 1951ء میں شہریوں کی تعریف کچھ یوں کی گئی۔

پاکستانی شہریت کا حلف نامہ

میں ------------------ رہائشی -- قسم کھاتا ہوں

کہ میں دستورِ پاکستان کا حامی اور سچا وفادار رہوں گا۔

بحوالہ سیکشن 10، پاکستانی شہریت ایکٹ 1951ء

اول:۔ جس کے والدین یا آباء اُن علاقوں میں پیدا ہوئے جو 14 اگست 1947ء کے بعد پاکستان میں شامل ہیں اور جو پاکستان کے علاوہ کسی دوسرے ملک کا مستقل رہائشی نہ ہو۔

دوئم:۔ جس کے والدین یا آباء اُن علاقوں میں پیدا ہوئے جو 31 مارچ 1937 کو انڈیا میں شامل تھے اور اس کے پاس جانشینی ایکٹ 1925 کے تابع ڈومیسائل ہو اور وہ ان علاقوں میں ہو جو آج پاکستان ہیں۔

سوئم:۔ وہ جو برطانوی رعایا کے طور پر شہری بنے اور اس ایکٹ کے نفاذ سے پہلے کسی دوسری ریاست کے شہری بنے۔ دوسری شہریت کو ترک کر کے حلف نامہ دے کر پاکستان کے شہری بن سکیں گے۔

چہارم:۔ جنہوں نے اس ایکٹ کے نفاذ سے پہلے یہاں برصغیر پاک و ہند کے علاقوں میں ہجرت کی اور یہاں مستقلاً رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ایکٹ کے سیکشن 4 کے مطابق پیدائشی شہریوں کی وضاحت کی گئی ہے، سیکشن 5 میں سلسلہ نسب کے اعتبار سے شہریت، سیکشن 6 میں ہجرت کے ساتھ شہریت یکم جنوری 1952 کی کٹ آف تاریخ کے ساتھ اور سیکشن 9 میں غیر ملکی کو شہریت دینے (نیچرلائزیشن) کے حوالے سے وضاحت کی گئی ہے۔ اس ایکٹ کے کل 23 سیکشن ہیں اور اس پر عملدرآمد کے لئے رولز 1952 میں بنائے گئے۔ اب تک اس قانون میں متعدد بار ترامیم ہو چکی ہیں اور اس کی بعض شقوں کے حوالے سے عدالتی فیصلے بھی آئے ہیں۔ ایکٹ میں دُہری شہریت کے حوالے سے بھی سیکشن موجود ہے۔

تنقیدی جائزہ

- پاکستان شہریت ایکٹ 1951ء یہاں پیدا ہونے والے اُن بچوں کو شہریت نہیں دیتا جن کے والد کے پاس یا پھر ڈپلومیٹک ڈھال ہو اور یا پھر وہ اجنبی دشمن (ایلیئن اینیمی) ہو۔
- ایکٹ پناہ گزینوں کے حوالے سے خاموش ہے حالانکہ پاکستان میں افغان اور بنگلہ دیشی پناہ گزینوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔
- ایکٹ پاکستانی نژاد بچوں کو بیرون ملک پیدا ہونے پر خود بخود شہریت نہیں دیتا بلکہ ان کی پاکستانی سفارتخانوں میں رجسٹریشن لازمی ہے۔
- ہجرت کے ذریعہ آنے والوں کے لئے ایکٹ آخری تاریخ کا تعین یکم جنوری 1952 کے طور پر کرتا ہے جبکہ تقسیم کے بعد منقسم خاندانوں میں میل جول اور شادی کا کلچر اور روایت موجود ہے۔
- قانون کے مطابق شہریت اختیار کرنے کو نیچرلائزیشن ایکٹ 1926ء کے تحت سرٹیفکیٹ سے مشروط کیا گیا ہے اور اس کو منظور یا مسترد کرنے کا اختیار وفاقی حکومت کے پاس ہے۔ تاہم ریاست جموں و کشمیر کے شہریوں کو پاکستانی شہری کا رتبہ دیا گیا ہے۔
- دولت مشترکہ کے شہری 5 ملین روپے کے مساوی زرمبادلہ ٹرانسفر کر کے پاکستان کی شہریت لے سکتے ہیں۔
- ابتداء میں ایکٹ میں دُہری شہریت کی گنجائش نہ تھی تاہم 1972ء میں ایک ترمیم کے ذریعہ یہ ممکن بنائی گئی۔

ایکٹ شہریوں کی باقاعدہ رجسٹریشن اور پیدائش کی رجسٹریشن کی بات کرتا ہے۔ تاہم شہریوں کی رجسٹریشن 1973 میں شروع ہوئی اور باقاعدہ شناختی کارڈ جاری ہوئے۔ بچوں کی پیدائش کی رجسٹریشن کا کلچر آج بھی کمزور ہے۔ تاہم شہریوں کا ایک مؤثر ڈیٹا بیس نادرا کے نظام کے تحت بنایا جا چکا ہے۔ ٹرانس جینڈر کمیونٹی کو رجسٹریشن اور ووٹ کا حق عدالتی فیصلہ کے بعد ملا۔

پاکستانی شہریت کیسے ختم ہو سکتی ہے؟

- پاکستانی شہری کسی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کر لے جس کے ساتھ پاکستان کا دوہری شہریت کا معاہدہ نہ ہو۔
- پاکستان کا شہری از خود اپنی شہریت ترک کرنے کا اعلان مجاز اتھارٹی کے سامنے کرے۔
- اگر اس نے فراڈ یا غلط بیانی سے پاکستان کی شہریت حاصل کی ہو یا پھر پاکستان سے عدم وفاداری کرے اور ملک کے دشمنوں سے غیر قانونی تجارت یا ابلاغی رابطہ رکھے۔ ملک کا وفادار نہ رہے۔
- حکومت ایسے شخص کی شہریت ختم کر سکتی ہے جو سات سال سے زائد عرصہ بیرون ملک رہے اور وہ سرکاری ملازم نہ ہو اور یا اس نے خود کو پاکستانی سفارتخانہ کے ساتھ رجسٹرڈ نہ کیا ہو۔
- وہ جو 16 دسمبر 1971ء کے بعد بنگلہ دیش میں رہنا شروع کر دے یا پھر وہاں ہجرت کر گیا ہو۔ یہ شق یکم مارچ 1947 کے بعد بھارت ہجرت کر جانے والوں کے بارے میں بھی تھی تاہم اس میں واپسی کا محدود راستہ رکھا گیا تھا۔
- اگر کسی پاکستانی کی شہریت ختم ہو تو اس کے کم سن بچوں کی بھی شہریت ختم کر دی جاتی ہے تاوقتیکہ وہ بچہ 21 سال کا ہونے کے بعد دوبارہ شہری بننے کی درخواست دے۔
- شہریت ختم کرنے کے عمل میں شہری کو شوکاز نوٹس یا تنبیہہ کرنا لازمی ہے۔

پاکستانی شہریت کا عملی تجربہ

- پاکستانی شہریت کی ابتداء بانیان پاکستان کی مساویانہ شہریت کی ضمانتوں کے ساتھ ہوئی۔ قانون کی زبان میں آج بھی کاغذوں میں سبھی برابر ہیں لیکن عملی صورتحال مذہبی اقلیتوں کے لئے اکثر تلخ ہو جاتی ہے۔ شانتی نگر سے یوحنا آباد تک ہجوم کے ہاتھوں مذہبی اقلیتوں کی آبادیاں تباہ ہوئی۔ بعض مذہبی اقلیتوں کے قبرستان تک محفوظ نہیں ہیں۔
- مذہبی اقلیتوں کو جبری تبدیلی مذہب کی بھی شکایات ہیں۔ نیز 1985ء سے ان کے لئے سیاسی نمائندگی کے لئے مخصوص نشستیں بھی منجمند ہیں۔ جبکہ دیگر تمام نشستیں بڑھی ہیں۔
- خواتین کے حوالے سے شہریت ایکٹ کی شق 10(2) میں آئین کے آرٹیکل 25 کے برعکس جنس کی بنیاد پر امتیاز نظر آتا ہے۔ اگرچہ 2000ء میں ایک ترمیمی ایکٹ کے ذریعہ غیر ملکی مرد سے شادی کرنے والی عورت کے بچوں کو شہریت دینے کی راہیں کھلیں لیکن آج بھی ان کے خاوند کو شہریت دینے کے حوالے سے قانون خاموش ہے اور متعدد بار اس حوالے سے آواز اٹھائی گئی ہے اور کئی پرائیویٹ ممبر بل بھی پیش ہوئے ہیں لیکن کوئی عملی پیش رفت نہیں ہو سکی۔
- اسی طرح ٹرانس جینڈر کی رجسٹریشن کا عمل عدالتی فیصلہ کے بعد ہوا ان کی بہتری کے لئے قانون بھی منظور کیا گیا لیکن ابھی بھی انہیں برابر کا شہری تسلیم کیا جانے میں بہت جدوجہد درکار ہے۔
- پاکستان تاریخی اعتبار سے لاکھوں افغان پناہ گزینوں کا عرصہ دراز سے گھر ہے۔ تاہم شہریت کا ایکٹ اس حوالے سے خاموش ہے کہ پناہ گزین یا ان کے بچے کچھ عرصہ کے بعد شہری بن سکیں۔ اس ضمن میں عدالتی فیصلے بھی ہوئے جب یہاں جنم لے کر جوان ہونے والے پناہ گزینوں نے شہریت کا حق مانگا۔ اس حوالے سے 17 ستمبر 2018ء کو وزیراعظم پاکستان جناب عمران خان کا ایک بیان سامنے آیا جس میں انہوں نے افغان مہاجرین اور بنگلہ دیش مہاجرین کو شہریت دینے کا وعدہ کیا تاہم اس پر کوئی عملی پیش رفت ابھی تک سامنے نہیں آئی۔ یہاں یہ تذکرہ بے جانہ ہو گا کہ پاکستان نے پناہ گزینوں کے حوالے سے اقوام متحدہ کے 1951 کے کنونشن پر دستخط نہیں کئے ہیں۔
- اگرچہ پاکستان کے قانون میں ڈہری شہریت کی گنجائش موجود ہے اور 9 ملین کے لگ بھگ بیرون ملک مقیم پاکستانی ملکی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ عرصہ دراز سے بیرون ملک پاکستانی ووٹ کے حق کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ جو کہ 2018ء میں ٹیکنالوجی کی مدد سے انہیں عطا بھی کر دیا گیا ہے۔ تاہم آئینِ پاکستان ڈہری شہریت رکھنے والوں پر الیکشن لڑنے کی پابندی عائد کرتا ہے۔ ماضی میں متعدد اراکین پارلیمنٹ اس بنیاد پر نااہل بھی ہوئے۔ اب حکومت آئین میں ترمیم کر کے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کو الیکشن لڑنے کا حق دینا چاہتی ہے۔ پاکستان میں عدلیہ یا انتظامیہ کا حصہ بننے کے لئے ڈہری شہریت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

مساویانہ شہریت جہدِ مسلسل ہے

شہریت کے حوالے سے چند سوالات

- نوآبادیاتی نظام میں لوگ رعایا تھے جبکہ آزادی کے بعد وہ آزاد مملکت کے شہری بن گئے۔ تاہم آج بھی ملک اہم ترین قوانین نوآبادیاتی دور کی نشانیاں ہیں۔ حقوق کے تصور کو گہنانے والے یہ قوانین اور اسی عہد کا انتظامی ڈھانچہ اور پولیس سسٹم آزادی کو آزادیء موہوم بنادیتا ہے۔ پاکستان میں قوانین، انتظامی ڈھانچہ اور پولیس کے نظام کے حوالے سے اصلاحات حکومت اور اپوزیشن کے ایجنڈا پر نظر نہیں آتیں۔ جب تک یہ آزادی کی روح کے مطابق نہیں ڈھل جاتا، مسائل رہیں گے۔
- تاریخ علم بتاتی ہے کہ مہذب ممالک میں بھی دستوری حکمرانی کے باوجود بعض طبقات کے لئے شہریت کے تصورات مساویانہ نہیں تھے۔ جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کا خاتمہ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں ہوا۔ اسی طرح ریاست متحدہ امریکہ میں نسلی افتراق 1960 کی دہائی میں سول رائٹس ایکٹ 1964، ووٹ کے حق کا ایکٹ 1965 اور برابری کی بنیاد پر ہاؤسنگ ایکٹ 1968 کی منظوری سے فقط قانونی طور پر ختم ہوئی۔ اس سے قبل اسکول بھی رنگ و نسل کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ تھے جس کے خلاف مشہور مقدمہ براؤن بنام ایجوکیشن بورڈ 1954 میں آیا۔
- آج انڈیا میں نیشنل سٹیزن شپ رجسٹریشن ایکٹ اور شہریت کے رجسٹر کی صورت میں مسلم آبادی کے خلاف امتیاز کی شکایت سامنے آئی ہے۔ کچھ ایسے ہی قوانین نازی جرمنی میں تباہی لائے تھے۔
- دنیا بھر میں غلامی اور جبری مشقت کے خلاف قانون سازی ہوئی۔ اقوام متحدہ کا عالمی انسانی حقوق کا چارٹر بھی اپنے آرٹیکل 4 میں غلامی کی ممانعت کرتا ہے۔ تاہم آج بھی ہیومن ٹریفکنگ اور جبری مشقت کے حوالے سے جدید غلامی کے واقعات دنیا بھر سے رپورٹ ہوتے ہیں۔ ان قباحتوں کی موجودگی مساویانہ شہریت کے تصور کے نام پر دھبہ ہے۔
- شہریوں کے شہری حقوق میں "ووٹ کا حق" انتہائی اہم ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ عورتوں کو امریکہ میں 1920ء اور برطانیہ میں ووٹ کا حق 1918ء میں اچھی خاصی جدوجہد کے بعد ملا۔ خواتین کی سیاسی شمولیت کے حوالے سے برابر مواقع آج بھی سوالیہ نشان ہیں۔ پاکستان میں بھی کہا جاتا ہے کہ بہت ساری خواتین ووٹر لسٹوں سے غائب ہیں۔
- شہریوں کی تعداد گننے کا آئینی اور قانونی راستہ مردم شماری ہے۔ پاکستان میں 2017ء میں ہونے والی مردم شماری کے نتائج آج بھی تنازعات کا شکار ہیں اور انہیں باقاعدہ طور پر شائع نہیں کیا گیا۔ ابھی بھی اعداد و شمار کی بنیاد پر قوم کی سیاسی اور معاشی دولت تقسیم ہوتی ہے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ تاہم شہریت کے تناظر میں یہ بات اہم ہے کہ مردم شماری 2017ء کے فارم میں کیلاش اور سکھ آبادی، کھوآر اور چترالی بولنے والوں، ٹرانس جینڈر اور افراد باہم معذوری کی گنتی کے لئے کالم سپریم کورٹ، لاہور ہائی کورٹ اور پشاور ہائی کورٹ کے فیصلوں کے بعد شامل کئے گئے۔ یہ صورتحال واضح کرتی ہے کہ ہمارے شہریت کے حوالے سے تصورات معاشرتی رنگارنگی اور تنوع کی ادھوری تصویروں پر مشتمل ہیں۔

فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ (ایف ای ایس) جرمنی کی سب سے پرانی سیاسی فاونڈیشن ہے۔ اس کا نام جرمنی کے سب سے پہلے جمہوری منتخب صدر فریڈرک ایبرٹ پر رکھا گیا ہے۔

فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ نے پاکستان میں اپنا نمائندہ آفس 1990 میں قائم کیا۔ ایف ای ایس ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے مکالمے کو آگے بڑھانے اور اپنے بین الاقوامی کاموں میں پرامن پیش رفت پر توجع دیتی ہے۔ دنیا بھر میں سیاست، معیشت اور معاشرے میں سماجی انصاف ہمارے معروف اصولوں میں سے ایک ہے۔ پاکستان میں ایف ای ایس غور و فکر کے عمل اور عوام کو آگاہی کے ذریعے جمہوری کلچر کے فروغ کے لیے مختلف سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہے، معاشی اصلاحات اور محنت کشوں کے موئثر ہونے اور آمن و ترقی کے لیے حالیہ برسوں میں علاقائی تعاون کو مستحکم کرنے کے لیے سماجی انصاف کی وقالت کر رہی ہے اور اسے فروغ دے رہی ہے۔

ایف ای ایس کے زیر اہتمام شائع کردہ تمام مواد کا کمرشل بنیادوں پر استعمال ایف ای ایس کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

اشاعت:
کاپی رائٹ 2020، فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ پاکستان آفس، فرسٹ فلور، W-66، جنید پلازہ، جناح ایونیو، بلیو ایریا، پی او بکس 1289، اسلام آباد، پاکستان

مصنف | ظفراللہ خان

مدیران:

ڈاکٹر یوخن ہپلر | کنٹری ڈائریکٹر
سدرہ سعید | پروگرام کوآرڈینیٹر

فون: 4 – 3391 280 51 92+
فیکس: 2803395 51 92+

ویب سائٹ: http: //www.fes-pakistan.org
فیس بک: Friedrich-Ebert-Stiftung, Pakistan
ٹویٹر: @FES_ PAK

فریڈرک ایبرٹ سٹفٹنگ کا اس اشاعت میں دی گئی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔